حوالہ جات

۱۔ ظہور الحسن سیوہاری، نگارستان کشمیر، مکتبہ شرقیہ، دہلی، ۱۹۳۴ء ص ۲۷۳
۲۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اُردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۳۷
۳۔ محبّ الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء ص ۱۲۳
۴۔ غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد اول، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۱۶۷
۵۔ محبّ الحسن، پروفیسر، کشمیر سلاطین کے عہد میں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء ص ۱۲۳
۶۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اُردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۳۸
۷۔ غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد دوم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۱۲۰
۸۔ محی الدین حاجنی، پروفیسر، وولرک ملر، شالیمار آرٹ پریس، سرینگر، ۱۹۸۲ء ص ۱۰۱
۹۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اُردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۴۱
۱۰۔ غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۳
۱۱۔ پریم ناتھ بزاز، تحریک جدوجہد آزادی کشمیر کی تاریخ، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر، ۱۹۹۲ء ص ۱۱۸
۱۲۔ غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۳
۱۳۔ ایضاً
۱۴۔ پریم ناتھ بزاز، تحریک جدوجہد آزادی کشمیر کی تاریخ، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر، ۱۹۹۲ء ص ۱۱۱
۱۵۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اُردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۴۵
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ غلام محی الدین صوفی، کشیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۷
۱۸۔ ایضاً، ص ۳۷۳
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ جی ایم میر، کشورِ کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، میرپور آزاد کشمیر، ۲۰۰۴ء ص ۴۰
۲۱۔ حکیم محمد موسیٰ، ادبی دُنیا (کشمیر نمبر)، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۴۷۲
۲۲۔ ایضاً، ص ۴۷۴
۲۳۔ جی ایم میر، کشورِ کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، میرپور آزاد کشمیر، ۲۰۰۴ء ص ۳۹
۲۴۔ ایضاً، ص ۴۰
۲۵۔ حکیم محمد موسیٰ، ادبی دُنیا (کشمیر نمبر)، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۲۸۵

Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.111, 2018 pp 75 - 86

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۹، اپریل۔جون ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۱

بخت آور کریم داجل کا مرکزی حوالہ

☆ڈاکٹر راشدہ قاضی

Abstract:

"Dajal is less development town of district Rajanpur. The Town was so named after a renowned personality namely Dawood. Bakhtawar was born in this under developed town. She got education despite opposition of her clan. Later, she became interested in Sufism. She read thoughly work of Khawaja Ghulam Farid and expressed herself through her verse. Now, Dajal is recognized by her name.

Keywords: بخت آور، داجل، داؤد، راجن پور، خواجہ غلام فرید، پیر قادر بخش

موجودہ ضلع راجن پور اور سابقہ ضلع ڈیرہ غازی خان کا ایک پسماندہ قصبہ "داجل" تحصیل جامپور سے 22 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قصبہ داجل سے آگے آگے ہڑند تاریخی اعتبار سے قابل ذکر ہے۔ قلعہ ہڑند تاریخ کا ایک اہم حوالہ ہے۔ داجل سے 50 کلومیٹر کے فاصلے پر ہڑند واقع ہے۔ داجل ایک تاریخی قصبہ ہے۔ نہڑ دور حکومت میں اس قصبے کو عروج حاصل رہا ہے۔ یہ قصبہ تحصیل جامپور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان میں واقع ہے۔ ہڑند کے قریب افزء مقام ماڑی ہے۔

داؤد نامی ایک شخص جامپور سے 22 کلومیٹر مغرب کی جانب اس جگہ پر ہڑند سے آیا تھا۔ یہاں جال کے ایک درخت کے نیچے اس بزرگ نے ڈیرہ جمایا بہت سے عقیدتاً آتے اور وہیں آباد ہو جاتے۔ یوں ایک بستی آباد ہو گئی جس کا نام داؤد اور اس کے درخت جال کے نام پر رکھ دیا گیا "داؤد جال"۔ آبادی بڑھتی گئی اور نام مختصر ہو کر "داؤ دجل" رہ گیا۔ مزید اختصار کے ساتھ اسے داجل لکھا اور پکارا جانے لگا۔(۱)

☆ پرنسپل گرلز کالج آف کامرس، ڈیرہ غازی خان

http: //pakiezwordpress.com /2006/18 dgkhan dera-ghazi-khan-history-hazrat-per-adil-2/</ref 'Dajal is a small town in Tehsil Jampur Distt, Rajan Pur of Punjab, Pakistan. It is on the border of Balochistan Province. It is located at 29,33,34 N-70, 22, 33, E and its population is around 50,00... Elevation: 120m weather: 39" C, wind E at 10km/h, 17% humidity. (2) Arena code. 604 province: Punjab, Pakistan. Division: Dera Ghazi Khan." Dajal, Rajanpur- wikiped ia. Org. https://en.m.wikipediaorg/wiki/dajal-rajanpur#History.

پوسٹ ایک پرانے قلعہ میں واقع ہے۔BMP ہڑند، لال گڑھ سے 8 کلومیٹر دور شمال مغرب میں واقع ایک تاریخی قصبہ ہے۔ ہڑند جس کے بارے میں اگر چہ روایت ہے کہ یہ قلعہ زمانہ قدیم سے واقع ہے اوراس نے کئی حملہ آوروں بشمول سکندر اعظم، محمد بن قاسم کے لشکر دیکھے۔(ہڑند شہر کی مغربی جانب کھجوروں کے جھنڈ موجود ہیں۔جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عرب لشکر کے)" میں ہڑند کے قلعہ کا ذکر اپڑاؤ کا نتیجہ ہے لیکن میجر ریڈورڈ نے اپنی کتاب "(Year on the Punjab Frontier) میں طرح سے بیان کیا ہے،" ہڑند میں قبل ازیں قلعہ نہیں تھا لیکن دیوان ساون مل کے دادار نے ایک دن بھری عدالت میں کچھ گورچانیوں سے گالی گلوچ کی۔اس بات پر قبیلہ میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔انہوں نے کاردار کے گھر کو گھیر لیا اور اسے باہر نکال کر مار ڈالا۔اس واقعہ کے بعد ساون مل نے یہاں پختہ اینٹوں سے ایک شاندار قلعہ بنوایا جس میں کہ دیوان مولراج کا افسر (محکم چند) 49-1848ء کی جنگ میں ڈٹا رہا۔ بالآخر بنگال انجینئرز کے لیفٹنٹ ینگ نے قلعہ گورچانی قبیلہ کی مدد سے فتح کیا جو سکھوں سے انتقام لینے کی طاق میں تھے۔ یہ قلعہ قندھار سے آنے والے راستے کے اوپر موجود ہے اور موجود رہنا چاہیے۔ ہے۔ جس کے 16 کنارے ہیں ہر Polygon لیفٹینٹ ینگ نے اس کی ساخت اس طرح سے بیان کی ہے۔" یہ ایک باقاعدہ polygon ہے۔ جس کے 16 کنارے کی لمبائی 75 گز ہے۔کل احاطہ ایک ہزار دوسو گز ہے۔دیواروں کی اونچائی 26 فٹ ہے اور میناروں کی لمبائی 31 فٹ ہے کل 16 مینار ہیں۔ ہر کونے پر ایک مینار مجود ہے۔ دو دروازے ہیں۔"(۳)

ہڑند کے قلعے کو جب سکھوں نے تعمیر کرانا شروع کیا تو گورچانیوں نیدو دفعہ اس پر لشکر کشی کی اور اسے مسمار کر دیا۔ تیسری بار جا کر تعمیر مکمل ہوئی۔ بارش ہونے کے بعد آج بھی کبھی کبھار ہڑند کے لوگوں کو قلعہ

سے زمین کے اندر دبی اشرفیاں مل جاتی ہیں۔ادبی حوالے سے ماڑی، ہڑند اور داجل کے جاگیردارانہ پس منظر میں دبی ایک اشرفی "بخت آور کریم" بھی ہیں۔

داجل کے لوگوں کو سب سے بڑا مسئلہ پانی ہے۔ بوند بوند پانی کو ترستے ان لوگوں نے جانوروں کے ساتھ ایک ہی تالاب سے پانی پیا۔حکومتی سطح پر پانی کی لائنیں بچھا کر جامپور سے رسائی آب کو تو ممکن بنایا گیا لیکن سیاسی سرکشی کے باعث مہینوں پانی کی فراہمی روک دی جاتی ہے۔نو آبادی نظام کے زیر اثر اس علاقے کے لوگوں کو انسان کم سمجھا گیا۔توجہ سے محروم یہ علاقہ تمنداروں، سرداروں اور زمینداروں کے اثر و رسوخ اور مظالم کی کہانیاں اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہے۔بقول وکیل انجم:

> ''ضلع ڈیرہ غازی خان کے شمال میں صوبہ سرحد کا ڈیرہ اسماعیل خان، جنوب میں صوبہ سندھ، مغرب میں بلوچستان کا کوہ سلیمان اور اس کے مشرق میں دریائے سندھ بہتا ہے۔ انگریز نے اپنا سامراجی تسلط قائم رکھنے کے لیے اس علاقے میں اپنے نمک خوار پیدا کیے اور بلوچ قبائل کو 9 تمنداروں میں بانٹ دیا۔جن میں تمن دریشک، تمن گورچانی، تمن لُنڈ، تمن کھوسہ، تمن بزدار، تمن قیصرانی، اور تمن کھتران نمایاں ہیں۔''(۴)

قصبہ داجل گورچانی سرداروں کی راجدھانی تھی۔ تاہم اس کی سیاست پر لغاری، مزاری اور دریشک سرداروں کا عمل دخل بھی رہا۔انگریزوں نے ان کے سرداروں کو افسر مال کے اختیارات اور محدود فوج رکھنے کی بھی اجازت دے دی۔(۵) یہ حکمت عملی قبائلی نظام کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے اختیار کی تھی۔ان سرداروں نے عوام کا خون پوری سنگدلی سے چوس کر سامارجی رگوں میں بھرا اور انگریز کی بخشی ہوئی حیثیت کو ڈھٹائی کے ساتھ استعمال کیا۔سرکاری زمین چپکے چپکے ان کے نام منتقل ہونے لگی۔ جب ان کو انتخاب کی ضرورت محسوس ہوئی تو سردار محلات میں بیٹھ کر انتخاب لڑتے تھے۔ان کے حکم کے بغیر پتا بھی نہ ہل سکتا تھا۔''(٦)

اس پس منظر میں داجل میں ایک بیٹی نے جنم لیا۔(1966ء-1948ء) جس کا نام بخت آور بی بی رکھا گیا۔ بخت آور بی بی کے والد کریم بخش دمڑیہ سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مقیم رہے۔کریم بخش دمڑیہ کی روشن خیالی کو غلام رسول شوق نے چار چاند لگا دیئے۔

غلام رسول شوق اعلیٰ تعلیمی عہدوں پر فائز رہے۔ان کی کاوشوں اے اقدار و روایات کو پس پشت ڈال کر کریم بخش دمڑیہ نے اپنی بیٹی کو مخالفتوں کے باوجود پڑھانے کا ارادہ کرلیا۔بقول شازیہ نذر "اس زمانے میں جہاں لوگ لڑکوں کو تعلیم حاصل کروانے سے ڈرتے تھے۔

وہاں آپ نے نہ صرف اپنے ملک بلکہ غیر ملک یعنی بھارت میں بھی جا کر تعلیم حاصل کی۔ جن علاقوں میں آپ زیر تعلیم رہیں ان میں دہلی، لائل پور، (فیصل آباد) امرتسر، ملتان اور علی گڑھ شامل ہیں۔''(۷)

بیٹی کی تعلیم کے سلسہ میں کریم بخش پر کُفر کا فتویٰ تک لگا مگر وہ ثابت قدم رہے۔ 1949-1995ء اور رعمرانہ پروین (1959ء) پوان چڑھے۔ باقی اوائل عمری میں ہی وفات پا گئے۔ بختاور بی بی نے قلمی نام بخت آور کریم رکھا۔

''یہ وہ دور تھا کہ جب والدین سمجھتے تھے کہ لڑکیاں پڑھنا لکھنا سیکھ کر پیار کے پیغام لکھیں گی۔۔ بخت آور کریم نے اس سوچ کے خلاف عملی جد و جہد کی اور اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔''(۸)

شعبہ تدریس سے وابستہ رہیں۔ مظفر گڑھ سے راجن پور تبادلہ ہوا تو لوگوں کے فرسودہ خیالات بدلنے کی بھرپور کوشش کی۔ راجن پور سے ڈیرہ غازی خان تبادلہ ہوا۔ 11 سال ڈیرہ غازی خان میں ملازمت کی اپنے بیٹے طفیل احمد عرشی کی تعلیم کی وجہ سے لاہور تبادلہ کروایا۔ ڈیڑھ سال لاہور میں ملازمت جاری رکی۔ 1976ء میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور مستقل لاہور میں سکونت اختیار کی۔

''1979ء میں خواجہ غلام فرید اکیڈمی آف پاکستان کا قیام عمل میں لائیں۔ جس کی زیر نگرانی ہر سال ایک رسالہ بھی شائع ہوتا رہا۔''(۹)

وہ ایک سخت گیر معلّمہ اور منظّم ماں تھیں۔ ریاضی ان کا پسندیدہ مضمون تھا۔ ریاضی ہی کی عمر بھر تدریس کی اور ریاضی کیا صولوں کی طرح ہی منظّم تھیں۔

خواجہ غلام فرید سے بے حد متاثر تھیں۔ دیوان فرید کو اپنی استاد مانتی تھی مخدوم قادر بخش کے بیٹے سید ممتاز حسین شاہ کو اپنا کلام اصلاح کی غرض سے دکھایا کرتیں۔ "بقول شازیہ نذر:

تو ں لجپال ہیں یاد سنگی
مخولم سید قادر بخش پیر

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخت آور کریم جس حبس زدہ پس منظر کی امین تھی اس کے پیش نظر کہیں یہ ضروری تو نہیں ہو گیا تھا کہ وہ مذہبی حوالوں کو اپنی تحریر میں جگہ دیں، قرآنی آیات کو موضوع بنائیں۔ اور خواجہ فرید کو اپنی شاعری کا مرکزی حوالہ بنائیں کیونکہ پیروں کے خاندان سے لوگ عقیدت رکھتے ہیں اور عورتوں کے اظہار عقیدت کو بھی پسند کرتے ہیں۔ پھر داجل کے مخدوم خاندان سے وابستگی پیر قادر بخش اور ان کے بیٹے سید

ممتاز شاہ سے منہ بولا رشتہ قائم کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تو نہیں۔ کٹر مذہبی اعتقاد رکھنے والے لوگوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی خواہش بھی تو ہو سکتی ہے یا پھر یہ ان کے مزاج کا حصہ تھا کہ وہ عقیدت اور محبت کے پھول ہی نچھاور کرتی رہیں۔ ان سوالوں کے جواب حاصل کرنے کی سعی اس مقالہ میں کی گئی ہے۔

> ''پیر قادر بخش کے بیٹے سید ممتاز حسین شاہ کو بخت آور کریم نے اپنا منہ بولا بھائی بنایا ہوا تھا اوران سے اصلاح لیتی تھیں۔''(۱۰)

ان کی شخصیت میں توازن تھا۔ اگرچہ ان کے گداز دل پر صوفیانہ رنگ کا دھال جاری تھا لیکن ان کی شخصیت اور محبت کا توازن ہمیشہ قائم رہا۔

بقول شازیہ نذر:

> ''مرنے سے قبل ان کی آخری خواہش تھی کہ داتا صاحب کے مزار سے حاضری کے بعد اُنھیں دفنایا جاے۔ خواہش کی تکمیل میں اُنھیں دربار سے چادر بھی ملی۔''(۱۱)

> ''21 فروری 1984ء بمطابق 18 جمادی الاول 1404ھ میں بروز منگل بوقت نماز ظہر اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔''(۱۲)

"اٹک مٹک دیداں (دسمبر 1984ء)" خواجہ فرید عمی ادبی بورڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ سرائیکی مجموعہ کلام 152 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کلام میں عقیدتاں، ڈوہڑے، رباعیاں، کافیاں، غزلاں اور نظماں شامل ہیں۔

نویں لاون سکھی اں رہا
میڈی یاری توڑ چڑھا ویں
یاری لاون تے توڑ چڑھاون
ان جان کوں آپ ڈساویں(۱۳)

داجل جیسے قصبے کی خاتون کے لیے اس طرح کی شاعری کرنا آسان نہ تھا۔ ریت رواج، سماج اور معاشرے سے قبولیت کی سند حاصل کرنا بھی سہل نہ تھا مگر بخت آور کریم نے ہمت نہ ہاری۔ ان کی شاعری کے صوفیانہ رنگ اور اپنے اطراف چڑھائے سختی کے خول نے انہیں اپنی معاشرت (وسیب) سے الگ کر دیا تھا۔ یہاں یہ سوال بھی ذہن میں سر اُبھارتا ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری اور خداداد صلاحیتوں کو پوری سمجھداری سے مذہبی شاعری کی طرف موڑا، یا اُن کا فطری رجحان ہی اس طرف تھا۔ نیز ایک پسماندہ علاقے کے روشن خیال عورت نے جب کیفیات، جذبات اور خیالات کا رُخ حضرت خواجہ غلام فرید کی جانب موڑا تو کیا یہ بھی وسیب

کی ہرزہ سرائی سے بچنے کے شعوری کوشش تھی۔ یا دل سائیں فرید کی پیاسی "روہی" کا شیدائی تھا۔ بہرحال حقیقت کچھ بھی ہو سماجیات سے غیر محسوس بغاوت نے پیر فرید اور پھر داجل ہی کے مخدوم خاندان سے قربت کے باعث وہ بہت سے بہتانوں سے بچی رہیں۔ پیری مریدی کے نظام میں جکڑے لوگوں کے ے یہ بہت بڑی سعادت تھی کہ ایک عورت خواجہ فرید کی عقیدت مند ہیں اور اپنی شاعری میں قرآنی حوالے بھی دیتی ہیں۔

''سورۃ ق محبتاں والی نتھ میں پاواں
موتی سوھڑاں م مھر دا ھوسی
التحیات دی سینلھ بناوں
سورۃ ملک دی جگنی پاواں
جنت بان مریندی رہی لہ
اُچاناں سوھنڑیں مدنی دا ہوسی''(۱۴)

وہ حُب الہیٰ اور محبت رسول ﷺ کا عملی اظہار اپنے اشعار میں کرتی تھیں۔ قرآنی سورتوں کا اذکار، صنعت حسن، تلمیح کا منفرد حوالہ ہے جبکہ شعری کائنات میں اسلامی واقعات کو بھی خوبصورتی سے جگہ دی گئی ہے۔

''علم دا بخت ہے پھیایا ہر سُو
جہالت دا منڈھ نِکھنا
اسلام دے ڈیوے بالن عربی
ظلمت کوں مٹا کے''(۱۵)

خواجہ غلام فرید کو اپنا مرشد ماننے والی بخت آور کریم محبت کے جذبے سے بھیگ کر اُن کا ذکر عقیدت کے ساتھ کرتی ہیں۔

''جے توں ہوئیں دلدار خواجہ
سب وسرایندے کم کار خواجہ
اُف تیر تیڈے نیناں دے
تھی ویندے دل دے پار خواجہ
تیڈیاں کافیاں یاد دا محورہن
کیویں وسراں تیڈا پیار خواجہ
ہیں میڈا ہار سنگار وی تُوں

تُوں وسدا ہیں چودھار خواجہ
جتھ قدم تیڈے آویندے ھن
کِھل پوندے باغ، بہار خواجہ ''(۱۶)

سرائیکی شاعری میں اُردو کی پیوندکاری سے دلکشی پیدا کی گئی ہے۔ جیسے تیڈ یاں کافیاں یاددامحور ہن یہاں محور معنویت پیدا کررہا ہے۔

''پیار نبھاویں ہا
چھڈ کے نہ جاویں ہا
حوصلہ ڈیواویں تھا
دلڑی نزار کوں
کھل الاویں ھا
مونجھاں لھاویں ہا
ہک وار آویں ہا
چھوڑ کم کار کوں''(۱۸)

ان اشعار میں پنجابی اورار دو کا تڑکہ ہے۔

''چھڈ کے نہ جاویں ہا'' پنجابی
''حوصلہ ڈیولویں ہا'' اردو
''دلڑی نزار کوں'' سرائیکی

پنجابی، اُردو اور سرائیکی کی پیوندکاری سے شاعری معنی خیز ہوئی۔ ساتھ ہی ان اشعار میں ''برہوں کی ماری'' وصل کی خواہش کا اظہار کر رہی ہیں۔

بخت آور کریم نے مختلف شعری جہتوں کا اپنایا۔

کہیں "عقیدتاں" کہیں "کافیاں" کہیں "ڈوہڑے" کہیں "رباعیاں" کہیں "غزلاں" اور کہیں "نظماں" گویا انہوں نے گلستانِ شاعری کو نگارنگ پھولوں سے سجا دیا۔

"پھل پھل خوشبو" یہ بخت آور کریم کا غیر مطبوعہ کلام ہے۔ اس میں انہوں نے اُن بیبیوں کا ذکر کیا ہے جن کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔ تمام واقعات اور بیبیوں کا تفصیلی تعارف اس میں موجود ہے۔

بقول شازیہ نذر:

''بخت آور کریم کی صاحبزادی عمرانہ پروین کے پاس یہ مسودہ موجود ہے''(۱۹)

اسلامی مضامین کا مجموعہ "مضامین گلدستہ" نومبر 1980ء میں ادبی سنگت لاہور نے شائع کیا۔کُل صفحات 131 ہیں۔انتساب "والدین کے نام" ہے۔مضامین گلدستہ کے موضوعات ارا کین اسلام کا احساطہ کرنے کے علاوہ عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، شب معراج، شب برات، فضائل رمضان، واقعہ کربلا اور محرم الحرام جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

''حضورﷺ کی نعتیہ شاعری'' حضورﷺ کے دور کے نعت گوشعرا کا ذکر ہے۔شازیہ نذر کے مطابق یہ کلام مطبوعہ ہے مگران کی صاحزادی عمرانہ پروین کے علاوہ کہیں اور دستیاب نہیں۔سرائیکی زبان اور سرائیکی وسیب سے وابستگی اور محبت کے پیش نظر سرائیکی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ 1976ء سے شروع کیا اور 1983ء تک تکمیل کو پہنچایا۔مگر تا حال طباعت نہیں ہوسکی۔" گوہر شب چراغ" کے مصنف انور فیروز ہیں جبکہ بخت آور کریم نے اسے مرتب کیا۔اس کا انتساب خواجہ غلام فرید کے نام ہے۔اگست 1919ء (بہاولپور) میں اس کیا اشاعت اول ہوئی جبکہ 10 جنوری 1989ء میں بخت آور کریم نے اسے مرتب کیا اور بخت آور کریم پرنٹرز اینڈ پبلشرز پرائیویٹ لیمیٹڈ نے شائع کیا۔

> ''اس کتاب میں محمد طفیل عرشی، غضنفر مہدی، محمد اسماعیل بھٹی اور بخت آور کریم نے خواجہ فرید کی شاعری، آثار وافکار پر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ جس میں بے شمار الفاظ ہیں۔''(۲۰)

جبکہ آخر میں یہ نوٹ بھی دیا گیا ہے۔

نوٹ: جن حروف پر (ط) کا نشان ہے وہ ریاستی لہجہ ادا کر رہے ہیں۔مثلاً ن "(ط)" وٹڑ پڑھنا چاہیے۔

یادرہے کہ وٹڑ سرائیکی میں درخت کو کہتے ہیں۔راجن پور میں اگرچہ اُردو زبان کا آغاز اور پھر ارتقاء بڑی دیر سے ہوا تاہم یہاں کے قلم کاروں نے اُردونثر کے فروغ میں حصہ ڈالا۔

بقول شازیہ نذر:

> ''ان ادیبوں میں کیفی جامپوری، شبیر حسین اختر، ڈاکٹر اسلم عزیز درانی، ڈاکٹر راشدہ قاضی، ڈاکٹر شکیل پتافی، ڈاکٹر رانا یاسین، اشکر فاروقی حکیم فارس جیسے نام نمایاں ہیں۔''(۲۱)

ادب کے اس قافلے کا ایک نمایاں نام بخت آور کریم کا ہے جن کی شاعری خدمات بھی نمایاں ہیں۔اسلامی مضامین کا مجموعہ "مضامین گلدستہ" مقالات:

1۔ مداح خواجہ غلام فرید
2۔ (تاریخ اسلام کا ایک ورق) یہ تیرے پراسرار بندے۔
3۔ خواجہ غلام فرید
4۔ یادوں کے قافلے

اگر ان مضامین کو اسلامی مضامین کا گلدستہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

''اسلام کے موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے ایک ایک شعبے پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ میں نے یہ کتاب اصلاً ان طالب علموں کے لیے لکھی ہیں جن کو ثانوی درجے تک سکولوں میں اس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کم از کم اس کتاب کے مطالعہ سے وہ اسلام کے کسی موضوع پر قلم تو اُٹھا سکیں گے۔''(۲۱)

اس کتاب میں توحید، رسالت، تمام کلمے، ارکان اسلام معہ ترجمہ، فرشتوں اور ایمان، حقوق العباد اور شب معراج کے بارے میں لکھا ہے:

پہنچے معراج پہ عرش پہ مصطفیٰ
پھر نہ معبود، بندے میں پردہ رہا(۲۲)

بخت آور کریم نے حیات وممات کی گتھیاں بھی سلجھائی ہیں۔ وہ زندگی کے بارے میں لکھتی ہیں:

''زندگی جسے انسان روتے اور ہچکیاں بھرتے ہوئے قبول کرتا ہے اور چند دنوں کی مختصر مدت میں شمع انجمن اور مجسمہ درد بننے کے بعد سسکیوں اور آہوں کے طوفان میں ڈوب کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ جاتے ہیں۔''(۲۳)

اُردو تحریر بعض جگہوں پہ رعنائی کے پیکر میں بھی ڈھلی ہے۔

''گلابی رخسار جنہیں میں دیکھ کر اکثر عقیدت کا اظہار کیا کرتی تھی اب خزاں رسیدہ پتوں کی طرح زرد پڑ چکے ہیں۔ وہ عنبریں زلفیں جن سے ہمیشہ عرق گلاب کی بھینی بھینی خوشبوئیں نکھرتی تھیں اب ان کی دلکشی ظاہراً میرے لیے مئے خانہ بن سکیں اور وہ گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک لب جن پر شام کا احمریں رنگ تلملا تا تھا۔ اب ماند پڑ گیا۔ اب کچھ بھی رعنائی باقی نہیں رہی۔''(۲۴)

یہاں بخت آور کریم نے جمالیاتی رنگوں اور سماجی کرب اور ہجر وفراق کی تصویر کشی بڑے جذب سے کی ہے۔ خواجہ غلام فرید سے محبت وعقیدت کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی بخت آور کریم تصوف کے مقام ومرتبہ

تک جا پہنچی ہیں۔اُن کی زندگی محنت، لگن اور جستجو کا نام ہے۔ان کا تخیل بھی معنی خیز ہے اور تحریر بھی روشنی کا استعارہ ہے۔وہ اپنے اشعار کو قرآن مجید کی سورہ کے نام کرتی ہیں۔عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر شاعری کرتی ہیں۔صحابہ کرام کے نام اشعار لکھتی ہیں اور خواجہ غلام فرید کی محبت میں سرشار ہوتی ہیں اور خواجہ صاحب کی کافیاں اپنی ذات کا محور بنا دیتی ہیں۔ بخت آور کریم کے اندر عاجزی کے دیئے جلتے ہیں۔ان کی شعری کائنات فنی وفکری لحاظ سے لائق تحسین ہے جبکہ نثری دنیا بھی لائق توجہ ہے جبکہ راجن پور کے ادیبوں اور شاعروں میں بخت آور کریم قابل ذکر مقام رکھتی ہیں۔

نثار اکبر آبادی کے دو اشعار بھی منظوم خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

نہ تھا کوئی ٹھکانہ زندگی کا
مگر وہ زندگی کا آشیاں تھی
شعاع مہر عالم تاب تھی وہ
وفا کی روشنی کا کارواں تھی

☆☆☆☆

حوالہ جات

1- www.bbc.com

2- http:/www.bbc.com/urdu/ multime-dia/ 2014/11/141125-harand-fort-rajanpur-pics-nh.

3- Marri is a hilly station in the suliman Range, situated only few kilometer form dajal (near the Lal garh union Council) Marri (urdu) is a hill station in Rajan Pur district, South Punjab, Pakistan its altitude is approximately 4800 ft above from sea level. It is about 75 km (47 mi away form jampur, 100 km(62 mi) away from RajanPur and 116km (72mi) from Mithankot.

4- Dajal: dajal rajanpur.blogspot.com

5۔ وکیل انجم۔سیاست کے فرعون۔پنجاب کے جاگیرداروں کے عروج وزوال کی کہانی۔فیروزسنز پرائیویٹ لیمیٹڈ لاہور،راولپنڈی،کراچی 1992ء ص107

6۔ ایضاً ص108

7۔ شازیہ نذر بخت آور کریم شخصیت وفن غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔اُردو،شعبہ اُردو غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان 2014-2016 ص3

8۔ ایضاً ص5

9۔ بخت آور کریم۔"اٹک مٹک دیداں" خواجہ عبل وادبی بورڈ لاہور 1984ء ص143

10۔ ایضاً ص6

11۔ ایضاً ص31

12۔ ایضاً ص10

13۔ ایضاً ص143

14۔ ایضاً ص145

15۔ ایضاً ص11

16۔ ایضاً ص14

17۔ ایضاً ص13

18۔ ایضاً ص28

19۔ ایضاً ص68

20۔ شازیہ نذر، بخت آور کریم شخصیت وفن ص18

21۔ بخت آور کریم۔گوہر شب چراغ۔ بخت پرنٹرز اینڈ پبلشرز پرائیویٹ لیمیٹڈ لاہور،جنوری 1989ء ص111

22۔ ایضاً ص112

23۔ شازیہ نذر ایضاً ص19

24۔ بخت آور کریم " اسلامی مضامین کا مجموعہ "" مضامین گلدستہ " پاکستان ادبی سنگت لاہور نومبر 1980۔ص7

25۔ ایضاً ص112

26۔ بخت آور کریم "یادوں کے قافلے" پیام فرید،خواجہ فرید اکیڈمی آف پاکستان لاہور 1983ء ص48

27۔ پیام فرید،خواجہ غلام فرید اکیڈمی آف پاکستان گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 1983ء ص48